وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِينَ

سماجی عدل کی ترقی اور عملی اقدامات کا جائزہ

سیرت طیبہ ﷺ کے تناظر میں

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر عبد الغفار

شعبہ علوم اسلامیہ و سیرت رحمۃ للعالمین ﷺ چیئر
یونیورسٹی آف اوکاڑہ - اوکاڑہ

ISBN: 978-627-7710-00-2

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين

سماجی عدل کی ترقی اور عملی اقدامات کا جائزہ

سیرت طیبہ ﷺ کے تناظر میں

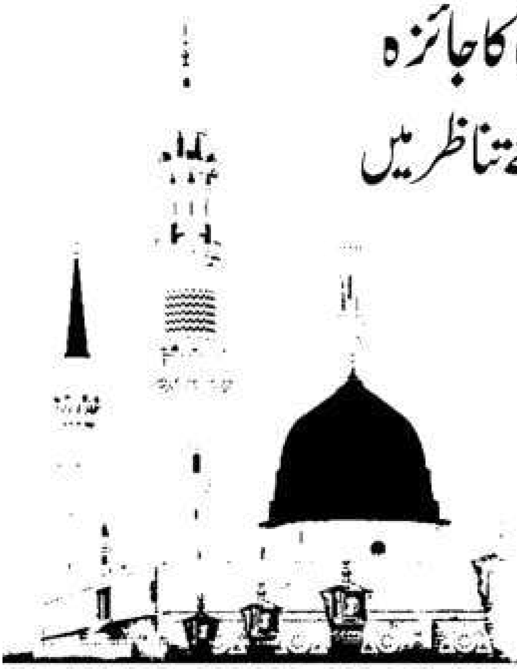

ڈاکٹر عبد الغفار

شعبہ علوم اسلامیہ زیر سرپرستی رحمۃ للعالمین چیئر

یونیورسٹی آف اوکاڑہ - اوکاڑہ

ISBN: 978-627-7710-00-2

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب:

سماجی عدل کی ترقی اور عملی اقدامات کا جائزہ (سیرت طیبہ کے تناظر میں)

مؤلف:

ڈاکٹر عبد الغفار

شعبہ علومِ اسلامیہ وڈائریکٹر سیرت چیئر

یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑہ 0300-4881087

ترتیب وتزئین:

حافظ انتظار احمد 0306-4245048

پی ایچ ڈی شعبہ علومِ اسلامیہ، یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑہ۔

معاون ایڈیٹر مجلہ الاضواء، پنجاب یونیورسٹی لاہور

آئی ایس بی این نمبر: 978-627-7710-00-2

ISBN:International Standard Book numbering Agency, Govt. of Pakistan, Dept. of Libraries, National Library of Pakistan

زیر اہتمام: شعبہ علوم اسلامیہ وسیرت چیئر، یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑہ

سال طباعت: 2024ء/1445ھ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فہرست

سماجی انصاف کی ترقی اور عملی اقدامات کا جائزہ سیرتِ طیبہ ﷺ 3
کی عصری معنویت کے تناظر میں 3
فلاح معاشرہ کے تصورات اور سماجی انصاف: 10
سماجی انصاف معنی و مفہوم اور عربی انگریزی مترادفات: 11
سماجی انصاف کی اہمیت: 12
معاشرہ میں عدل: 13
سماجی عدل و انصاف کے مختلف پہلو اور سیرتی مباحث کا مطالعہ : 15
معاشی معاملات میں سماجی عدل وانصاف: 16
فوری عدل و انصاف کی فراہمی: 23
عدالتی معاملات میں سماجی عدل وانصاف: 24
بدعنوانی کا خاتمہ اور اسوہ حسنہ: 25
اقدامات اور آئندہ کیلئے لائحہ عمل: 26

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سماجی انصاف کی ترقی اور عملی اقدامات کا جائزہ سیرتِ طیبہ ﷺ کی عصری معنویت کے تناظر میں

سماج کا معنی معاشرہ اور انگریزی میں "Society" کہتے ہیں یہ باب تفاعل تعاشر سے اس فاعل کا صیغہ ہے جس کا معنی باہم مل جل کر رہنا ہے۔ معاشرہ اس وقت بنتا ہے جب وہ ایک قانون کے ماتحت آجائے۔

سماجی عدل وانصاف ہی در اصل عین اسلام ہے اور رسول گرامی جناب محمد کریم ﷺ نے عملی اور نظریاتی طور پر اس کو نافذ کرکے دکھایا اس کے اصول و قواعد، اطلاقی پہلوؤں کو خوب نمایاں کیا۔ اور آپ ﷺ کی بعثت کا بنیادی مقصد ہی اسے قرار دیا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾[1]

"وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پوری طرح تمام ادیان پر غالب کردے۔ خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔"

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ کی بعثت کا مقصد اول شہنشاہیت اور سرمایہ داریت کو ختم کرکے عادلانہ نظام قائم کرنا ہے۔"[2]

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں اس دور میں پوری دنیا پر دو سلاطین اور شہنشاہ قابض تھے۔ ایک کسریٰ دوسرا قیصر پوری دنیا ان کے ماتحت تھی حتی کہ بر اعظیم (پاک ہند) بھی کسریٰ کا باج گزار تھا تو آپ کا مقصد اس سرمایہ داریت کو ختم کرنا تھا جو اس وقت شہنشاہیت کے روپ میں تھی تو سرمایہ داریت کو ختم کرنے کے لیے پہلے شہنشاہیت کو ختم کرنا ضروری تھا "حجۃ اللہ البالغہ" میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان شہنشاہوں کی شاہ خرچیوں اور عیاشیوں کی پوری تصویر پیش کی ہے کہ کس طرح انہوں نے عوام پر ٹیکس لگا کر ان کی معاشی حالت ابتر بنادی تھی۔ ان حالات میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت عوام کے لیے رحمت الٰہی تھی اللہ تعالیٰ نے

---

(1) توبہ 9: 33

(2) دہلوی، شاہ ولی اللہ، احمد بن عبد الرحیم، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، میر محمد، کتب خانہ، کراچی، س ن، 1/27

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید و رسالت محمد ﷺ کے ذریعہ شہنشاہیت کا خاتمہ کیا اور عادلانہ نظام قائم فرمایا۔ سیرت نگار بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کا اعلان یہی تھا کہ میرے آنے کے بعد کسریٰ اور قیصر کی بادشاہتیں ختم ہو جائیں گی کیونکہ یہی سرمایہ داریت کی علامتیں ہیں۔ قیامت تک میری جماعت اور میرے پروگرام کا اصل مقصد سرمایہ داری کا خاتمہ ہے تمام گناہ اور برائیاں سرمایہ داریت اور مال کی محبت سے پیدا ہوتی ہیں﴿مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ﴾[1] دین اسلام نے اصلاً سرمایہ داریت کے خاتمہ کے ذریعے ہی سماجی عدل کو فروغ دیا ہے۔"حجۃ اللہ البالغہ" میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جلد اوّل میں دو بڑے مباحث کو بیان کیا ہے:

1۔ اقترابات (یعنی قرب الٰہی)اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے طریقے نظام عبادات۔ فقہ العبادۃ اسی پر مشتمل ہے۔یعنی اللہ پرستی۔

2۔ ارتفاقات:اس کے تحت وہ اصول ہیں کہ ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ زندگی کس طرح گزارے یعنی تعاون باہمی پر مبنی معیشت، قرضہ حسنہ کو فروغ دینا، ہمدردی، خیر خواہی کا جذبہ پیدا کرنا، سود کا خاتمہ کرنا۔یعنی انسانی دوستی، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کے ذریعے توکل وغناء کی تعلیم دی اس سے بہترین سماجی رویے پروان چڑھتے ہیں۔[2]

نوٹ: حجۃ اللہ البالغہ میں سیرت نبوی سے ماخوذ بہت سارے سماجی اصول بیان کیے گئے ہیں "کارل مارکس" کی کتاب (داس کیپٹل) کے سماجی اصول بھی اسی اخذ کیے گئے ہیں۔

اس کی پروگرام کی مزید وضاحت سے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ "الخیر الکثیر "میں سورۃ الکوثر کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کوثر کے معنی خیر کثیر بتائے ہیں اور یہ آیت ﴿يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾[3] جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر دی گئی میں "الحکمۃ" کو خیر اًکثیر اکہا گیا ہے پھر آپ نے تشریح کی کہ سورۃ یسین کی آیت ﴿يٰسٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ﴾[4] میں قرآن مجید کو حکمت کہا گیا ہے تو سورۃ الکوثر کی آیت ﴿اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾[5] کے معنی یہ ہوئے کہ ہم نے آپ کو قرآن عطا کیا۔ یعنی

---

(1) لھب:2
(2) شاہ ولی اللہ، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، 1/210
(3) البقرہ2: 269
(4) یٰس36: 1
(5) الکوثر108: 1

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آخرت میں قرآن کے فیض کی صورت حوض کوثر کی شکل میں ہوگی۔

جس نے یہاں قرآن سے جو فیض حاصل کیا وہاں اتنا ہی فیض اسے حوض کوثر سے ملے گا۔ اس سورۃ کوثر میں دو باتوں کا حکم ہے۔ ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾[1] ایک نماز جو اللہ کی عبادت کا بڑا مظہر ہے اور دوسرے اونٹ کی قربانی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اونٹ قربان کرکے وہ اکیلا آدمی تو سارا نہیں کھا سکتا لا محالہ دوسروں کو کھلانا پڑے گا اس کے معنی ہیں انسانوں کے درمیان اشتراک اور تعاون باہمی جس پر سماجی اصولوں کی بنیاد ہے اور یہ انسان دوستی ہے حق معیشت کے حوالے سے سب انسان مشترک ہیں تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں۔ انسان اس کا نائب ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا﴾[2] "وہی ہے اللہ جس نے جو کچھ زمین میں ہے تمہارے لیے پیدا کیا ہے۔"

یہاں سماجی انصاف کے حوالے سے اسلام کا قانون ملکیت اور قانون انفاق سیرت طیبہ کی روشنی میں بیان کیا جاتا ہے۔ شریعت مطہرہ نظام سرمایہ داری کے خلاف ہے قرآن مجید کے مطابق تو ہر فرد یا اجتماع وہ دنیا کی کسی بھی چیز کا ذاتی مالک نہیں ہے اصل ملکیت اللہ تعالیٰ کی ہے انسان اس کی طرف سے نیابت کے فرائض سرانجام دے رہا ہے اور اس میں ہر چیز معاشرہ کی ملکیت داخل ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وَالْأَرْض كلهَا فِي الْحَقِيقَة بِمَنْزِلَة مَسْجِد أَو رِبَاط جعل وَقفا على ابناء السَّبِيل، وهم شُرَكَاء فِيهِ، فَيقدم الأسبق فالأسبق، وَمعنى الْملك فِي حق الْآدَمِيّ كَونه أَحَق بِالِانْتِفَاع من غَيره"[3]

ملکیت کا مفہوم اشیاء سے فائدہ اٹھانے کے بنیادی حق تک محدود ہے۔

بعض علماء مال و دولت کے حقوق کے سلسلے میں صرف زکوٰۃ کو فرض قرار دیتے ہیں اور سرمایہ کاری اور ارتکاز دولت کے جواز کے قائل ہو گئے ہیں۔ حالانکہ اس طرح معاشرے کو تنگ دستی، افلاس اور بدحالی سے نجات نہیں مل سکتی۔ محققین علماء اور ائمہ اسلام کی رائے یہ ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ مال و دولت میں دوسرے حقوق واجبہ بھی

---

(1) الکوثر108: 1

(2) البقرہ2: 29

(3) دہلوی، شاہ ولی اللہ، احمد بن عبد الرحیم، حجۃ اللہ البالغہ، من ابواب ابتغاء الرزق، دار الجیل بیروت، 1426ھ، ص:641

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾[1]

" ہدایت ہے ان پرہیز گاروں کے لئے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

حافظ ابو بکر محمد بن عبداللہ بن العربی نے ان اقوال کو ذکر کرنے کے بعد اس کو ترجیح دی ہے کہ یہاں صرف زکوٰۃ مراد نہیں ہے بلکہ انفاق سے مراد وہ مطلب عام ہے۔ زکوٰۃ ہو یا دوسرے حقوق اور اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں ﴿يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ﴾ غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔ میں غیب اور صلوٰۃ عموم پر محمول ہیں تو یہاں بھی انفاق سے عام معنی مراد ہوں گے۔[2]

انہوں نے ایک باب اس طرح قائم کیا ہے،

"باب هل فی المال حق واجب سوی الزکوٰۃ"

اور کئی آیات باب اس طرح قائم ہیں:

﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَ السَّآىِٕلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾[3]

﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾[4]

صالح اجتماعیت / سماجیت اور متوازن معاشرے میں سرمایہ داری کو کبھی بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا ایسے سماج کے لیے کوآپریٹو سوسائٹی کی طرح "مضاربت" کے اصول اشتراکیت ضروری ہیں اور مضاربت کے لیے

---

(1) البقرہ 2: 3

(2) ابن العربی، محمد بن عبداللہ، احکام القرآن، تحقیق علی البجاوی، نشر عیسی الحلبی، حلب، الطبعۃ الثالثۃ 1387ھ، 1/10

(3) البقرہ 2: 177

(4) البقرہ 2: 272

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضروری ہے کہ ربا (سود) کو قطعی طور پر حرام قرار دیا جائے۔ اکتناز (زر کی ذخیرہ اندوزی)، احتکار (اشیاء کی ذخیرہ اندوزی) سے سرمایہ داری نظام کو مدد ملتی ہے اسلام اس کی مخالفت کرتا ہے جس سے عوام مفلوک الحال ہو جائیں۔ سورۃ التوبہ میں اس کی مذمت بیان کی گئی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾[1]

مزید مطالعہ کے لیے۔ اسلام کا اقتصادی نظام از مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی، ندوۃ المصنفین، دہلی

کتاب الاموال از ابو عبید قاسم بن سلام۔

کتاب الخراج از امام ابو یوسف۔

سیرت رسول ﷺ سے معلوم ہوتا ہے کہ سماجی انصاف اور فلاح و بہبود کیلئے ضروری ہے کہ سماج سے سرمایہ دارانہ نظام اور جاگیر دارانہ نظام کا خاتمہ کیا جائے۔ اور یہی دو بنیادی خرابیاں ہیں جو اسلام کے معاشی عادلانہ نظام میں بگاڑ پیدا کرتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے قرض حسنہ اور احسان کو فروغ دیا۔

قرض دار کو مہلت دلوائی اور قرض خواہ کو احسان کرنے کی ترغیب دلائی۔ قرض کی رقم کو آسان اقساط میں دینے کی بھی ترغیب دی اور یہ معاملات مسلمانوں اور یہودیوں کے آپس میں ہوتے تھے جس طرح کے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو ان کے یہودی قرض خواہ سے فصل آنے تک مہلت دلائی اور بوقت فصل خود آپ نے اس کا قرض جنس کھجور کی صورت میں ادا کیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے الجامع الصحیح میں عنوان قائم کیا ہے۔

"بَابُ الشَّفَاعَةِ فِي وَضْعِ الدَّيْنِ" (قرض میں کمی کرنے کیلئے سفارش کرنا۔)

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے والد غزوہ احد میں شہادت پا گئے تھے یہ ان کے والد کا لیا ہوا قرضہ تھا جس کا تقاضا قرض خواہ کرتے تھے یہ پورا واقعہ صحیح بخاری كِتَاب فِي الِاسْتِقْرَاضِ وَأَدَاءِ الدُّيُونِ وَالحَجْرِ وَالتَّفْلِيسِ، بَابٌ: إِذَا قَضَى دُونَ حَقِّهِ أَوْ حَلَّلَهُ فَهُوَ جَائِزٌ، رقم الحدیث: 2395 پر موجود ہے۔ 2405 تک مطالعہ کیجیے۔

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ان کا قرض ادا کرنے میں معاونت کو مختلف قرض خواہوں نے جابر رضی اللہ عنہ کو ان کے باپ عبد اللہ بن عمرو بن الجموع کے قرض کی ادائیگی پر زور دیا تو جابر رضی اللہ عنہ نے کچھ معاف کر دینے کی درخواست کی مگر انہوں نے انکار کر دیا رسول اللہ ﷺ سے سفارش کروائی گئی پھر بھی انہوں نے انکار کر دیا آپ ﷺ نے فصل پکنے پر مختلف کھجوروں کے الگ الگ ڈھیر لگائے۔ خیر و برکت کی دعا فرمائی۔

---

[1] التوبہ 9: 34

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرض خواہوں کو بلانے کا حکم دیا آپ ﷺ تشریف لائے اور بیٹھ گئے ہر قسم کے ڈھیر سے ان کا قرض دور کیا پھر بھی ہمارے لیے کھجوریں بچ گئیں۔ یہ بھی سماجیات کا ایک اہم پہلو ہے۔ اللہ تعالی نے اسی سماجی روایت کا ذکر فرمایا:

﴿إِن تُقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ﴾[1]

"اگر تم اللہ کو قرض حسن دو تو وہ تمہیں کئی گنا بڑھا کر دے گا اور تمہیں معاف فرما دے گا اور اللہ بڑا اقدر دان اور بردبار ہے۔"

قرض کا لین دین ایک سماجی ضرورت ہے رسول اللہ ﷺ دوسروں پر اپنا مال و دولت اور محبت لٹاتے تھے دوسروں سے قرض لیتے بھی تھے اور واپس لٹاتے تھے اور دوسروں کو قرض دیتے بھی تھے۔ اس میں انسانی ہمدردی، سلوک احسانی اور غیرت قومی شامل حال رہتی اور اس میں سود کی آمیزش ہر گز برداشت نہ فرماتے۔

سماجی عدل واحسان کا ایک واقعہ مزید پیش کیا جاتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب صحیح بخاری میں قرض دار سے قرض کا تقاضا کرنا اور اس کے پیچھے پڑنا۔ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِي حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي المَسْجِدِ، فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا حَتَّى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهِ، فَنَادَى: «يَا كَعْبُ» قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: «ضَعْ مِنْ دَيْنِكَ هَذَا» وَأَوْمَأَ إِلَيْهِ: أَيِ الشَّطْرَ، قَالَ: لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: «قُمْ فَاقْضِهِ»[2]

"انہوں نے مسجد میں ابن ابی حدرد سے اس قرض کا تقاضا کیا جو ان پر تھا، (اس تقاضا میں) دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں، کہ اسے رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے گھر میں سنا، آپ ان کے قریب اپنے حجرہ کا پردہ الٹ کر تشریف لائے اور آواز دی کہ اے کعب! انہوں نے عرض کیا، لبیک یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے اس قرض سے کچھ کم کر دو اور اس کی طرف اشارہ کیا، یعنی نصف (کم کر دو) کعب نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے کم کر دیا، آپ نے (ابن ابی حدرد سے) فرمایا کہ اٹھ اور اس (باقی) کو ادا کر دے۔"

حافظ ابن حجر نے طبرانی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ عبد اللہ بن ابی حدرد کے ذمے دو اوقیہ چاندی تھی ایک

(1) التغابن 64: 17

(2) بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الصلاۃ، باب التقاضی والملازمۃ فی المسجد، رقم الحدیث: 457

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوقیہ معاف ہونے کے بعد باقی اوقیہ کی فوری ادائیگی کو ضروری قرار دیا فریقین نے فوراً برضا خوشی اس پر عمل کیا۔[1]

آپ ﷺ کی سماجی عدل کی تربیت کا نتیجہ کیا تھا اس کی مثال صحیح مسلم کتاب الزھد باب حدیث جابر الطویل و قصۃ ابی الیسر حدیث 7512 میں ہے کہ ایک صحابی ابوالیسر رضی اللہ تعالی عنہ نے کسی شخص کو قرض دیا مگر قرض دار ان سے کتراتا تھا جب وہ تقاضا کے لیے اس کے گھر جاتا وہ چھپ جاتا صحابی رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے قرض دار کی شرمندگی اور مجبوری کا احساس کیا اور آخری بار جب وہ تقاضا کیلئے کیا تو وہ چھپ گیا تو صحابیہ رضی اللہ تعالی عنہانے باآواز بلند کہا اگر وہ مہلت کے بعد بھی ادا نہ سکے تو قرض معاف ہے اس طرح کی عظیم مثالوں سے بہترین سماجی معاشرہ تشکیل پا رہا تھا مگر یہ بات یاد رہنی چاہیے کہ قرض، غصب نہ بنے قرضہ حسنہ، قرض استحصالہ نہ بنے جو لوگ استحصال کرتے ہیں وہ سماجی انصاف کو برباد کرتے ہیں۔

سماجی عدل و انصاف کسی بھی معاشرے کی بقاء اور تحفظ کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کے بغیر فلاح و بہبود اور ترقی و امن کا تصور بھی محال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ریاست، معاشرے اور اجتماعی نظم سے متعلق جو ہدایات نازل کیں ان میں عدل و انصاف کو مرکزی حیثیت حاصل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾[2]

”اے داود! ہم نے تمھیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے، لہٰذا تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکومت کرو اور خواہش نفس کی پیروی نہ کرو۔“

آج ہمیں بے شمار معاشرتی مسائل کا سامنا ہے اور اس کی اصل وجہ معاشرتی اور سماجی عدل و انصاف کا مفقود ہونا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول و فعل سے بہترین معاشرتی عدل، سماجی انصاف اور انسانی مساوات کی مثال قائم کی بلکہ آپ کی ساری زندگی مکی عہد سے لے کر مدنی عہد تک عدل و انصاف کی فراہمی، احترام انسانیت اور کمزور طبقات کی مدد سے عبارت تھی۔ اور آپ نے جس طرح کا انسانی معاشرہ قائم کیا وہ دنیا کا بہترین معاشرہ تھا اور اس کا ایک بنیادی وصف عدل و انصاف کا قیام تھا۔ آنے والی سطور میں شریعت مطہرہ کی ان تعلیمات کی وضاحت اور سیرت طیبہ کے ان اقدامات کی نشاندہی کی جائے گی جن سے سماجی عدل و انصاف اور فلاح معاشرہ کے حوالے سے عصر حاضر کی تحدیات (چیلنجز) سے نبرد آزما ہونے کے لیے رہنمائی ملتی ہو۔

---

(1) ابن حجر، فتح الباری، 1/715

(2) ص 38: 26

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فطرتی طور پر ہر شخص فلاح کا خواہش مند ہوتا ہے اور اس فلاح کے حصول کے لیے وہ دوسروں کے ساتھ معاشرے کی صورت میں زندگی بسر کرتا ہے۔ افراد معاشرہ کا یہ رجحان ہوا کرتا ہے کہ وہ ایسا انتظام کریں کہ ہر فرد زیادہ سے زیادہ فلاح حاصل کر سکے۔ یعنی وہ فلاحی معاشرے کے قیام کے لیے کوشاں ہوتے ہیں۔ سماجی انصاف کے بارے میں تمہیدی گفتگو کے بعد اس کے مفاہیم پر غور کرتے ہیں۔

فلاح معاشرہ کے تصورات اور سماجی انصاف:

سماجی انصاف سے مراد معاشرتی انصاف ہے Social Justice اور انسانی سماج کی وہ بنیادی قدر ہے جس کے بغیر معاشرے پائیدار ترقی نہیں کرتے۔ اگرچہ لفظی طور پر انصاف کا معنی نصف یعنی آدھا آدھا کرنا یا دو برابر حصوں میں تقسیم کرنا ہے تاہم یہاں انصاف سے مراد عدل ہے۔ عدل عربی زبان کا لفظ ہے اور لغوی طور پر عدل برابری اور مساوات کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔(1) یہ مڑنے اور میانہ روی اختیار کرنے کا معنی بھی دیتا ہے اور تیر کو سیدھا کرنے کے معنی میں بھی اسے استعمال کیا جاتا ہے۔(2)

اصطلاحی طور پر عدل کا مطلب ہے حق کے ساتھ فیصلہ کرنا یا حق پر فیصلہ کرنا۔ ہر چیز کو اس کا حق دینا اور اسے درست صحیح اور اصل مقام پر رکھنا، فیصلہ سازی میں حق کو مد نظر رکھنا اور خواہش کی طرف مائل نہ ہونا اور لوگوں کے مابین اس طرح فیصلہ کرنا کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو، عدل ہے۔ اس کا متضاد ظلم ہے۔ یعنی جب فیصلہ میں خواہش کا عمل دخل ہو تو یہ حق تلفی کا موجب ہے۔ تمام ادیان کی بنیادی تعلیمات میں سماجی انصاف پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اور ترقی کیلئے اسی فارمولہ کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ معنی داؤد کی خلافت کے بارے میں ارشاد الٰہی سے حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا: اے داود! ہم نے تمھیں زمین میں اپنا خلیفہ بنایا لہٰذا لوگوں کے مابین حق کے ساتھ فیصلہ کرنا اور خواہش کی پیروی نہ کرنا یہ تمھیں اللہ کے رستے سے بھٹکا دے گی۔(3)

---

(1) فیروز الدین، مولوی، فیروز اللغات، فیروز سنز، لاہور، س ن، ص:891

(2) الزبیدی، محمد مرتضی الحسینی، تاج العروس من جواھر القاموس، طبع وزارۃ الاعلام بالکویت 1406ھ، 9/8

(3) سورہ ص، 38: 26

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سماجی انصاف معنی و مفہوم اور عربی انگریزی مترادفات:

سماج کو عربی زبان میں معاشرہ اور انگریزی میں Society کہتے ہیں۔ باہم مل جل کر رہنا تعاشر القوم اور انگلش میں Social Mode of Living, A Social Community کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ مغربی مفکرین نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے کہ افراد کا ایسا گروہ معاشرہ ہے جو لمبے عرصہ تک ایک جگہ رہنے کے بعد اشتراک عمل کی وجہ سے اس حد تک منظم ہو جائے کہ اس کے تمام افراد اپنے آپ کو ایک جسم کی مانند محسوس کریں۔

سماجی انصاف سے مراد سماج یا معاشرے کے افراد کو حقوق یا سہولیات دینے میں فرق نہ کرنا یعنی معاشرے میں بسنے والے تمام افراد کو یکساں حقوق حاصل ہوں۔ اس سلسلہ میں ادنی و اعلیٰ، رنگ و نسل، مذہب و مسلک اور قوم وغیرہ کا کوئی فرق نہ ہو اور قانون کی نظر میں سب برابر ہوں۔ دوسرے الفاظ میں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ سماجی عدل یہ ہے کہ دولت کی منصفانہ تقسیم ہو اور ذاتی صلاحیتوں کے اجاگر کرنے اور معاشرتی فوائد حاصل کرنے کے مواقع سب کے مساوی طور پر حاصل ہوں۔

سماجی انصاف کے معنی کو ادا کرنے کے لیے سماجی یا معاشرتی عدل و انصاف یا عدل اجتماعی یا عربی میں "العدالۃ الجتماعیۃ یا العدل الاجتماعی یا انگلش میں Social Justice کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔

یہاں لفظ انصاف ظلم کی ضد ہے اور یہ افراط و تفریط کے درمیان کی راہ ہوتی ہے۔ جیسا کہ مشہور عربی مقولہ ہے: کلا طرفی الاعتدال ذمیم کہ افراط و تفریط دونوں مذموم ہیں۔ عدل کی یہی تعریف امام غزالی سے منقول ہے:

"فھو عبارۃ عن الامر المتوسط بین طرفی الافراط و التفریط"[1]

"افراط و تفریط کے درمیان کی راہ عدل ہے۔"

عدل کے بہت سے اضافی معانی بھی ہیں۔ اضافی سے مراد مختلف نسبتوں اور اعتبارات سے مختلف معانی۔ مثلاً انسان کا دوسروں کے ساتھ تعلق مختلف انواع پر مشتمل ہوتا ہے جیسے انسان کا اپنے خالق اللہ عزوجل سے تعلق، انسان کا دوسرے انسانوں کے ساتھ تعلق، انسان کا اپنے آپ سے تعلق وغیرہ۔ انسان اور اللہ کے مابین عدل یہ ہے

---

[1] الجصاص، احمد بن علی الرازی، ابو بکر، احکام القرآن، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، 1983ء، 509/5

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ﴾ وہ اللہ کی رضا اور خوشنودی کو ترجیح دے اور اس کے احکامات پر عمل پیرا ہو اور اس کے نواہی سے اجتناب کرے وغیرہ۔ انسان کا اپنے آپ کے ساتھ عدل کرنے کا یہ معنی ہو گا کہ وہ اپنے آپ کو ایسی تمام چیزوں سے بچائے جو اس کو جسمانی، روحانی، ذہنی کسی بھی اعتبار سے ہلاکت کی طرف لے جائیں۔ دوسروں کے ساتھ تعلق کے حوالے سے عدل یہ ہے کہ ان کی خیر خواہی، بھلائی اور خیر اندیشی کا جذبہ رکھے اور ان سے خیانت نہ کرے وغیرہ۔ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح کی تعریف کی ہے اور امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو پسند کیا ہے۔ مغربی مفکرین سماجی انصاف کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

The fair and proper administration of laws conforming to the natural law that all persons, irrespective of ethnic, gender, possession race, religion etc... are to be treated equally and without prejudice.(1)

یعنی معاشرے کے تمام طبقات کو یکساں حقوق حاصل ہوں اور ان میں اعلیٰ و ادنی، امیر و غریب، قوم، قبیلہ، مسلک و مذہب کا فرق نہ کیا جائے۔

سماجی انصاف کی اہمیت:

عدل و انصاف کی اہمیت کسی سے مخفی نہیں اور سماجی انصاف عدل ہی کی ایک قسم ہے۔ اس کے مختلف پہلو ہم آئندہ سطور میں ذکر کریں گے۔

کسی بھی معاشرے کے تحفظ اور بقا کے لیے عدل انتہائی ناگزیر اور لابدی امر ہے۔ بقا اور ترقی منطقی طور پر امن کے ساتھ مشروط ہے اور امن قیام عدل کے ساتھ۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام قیام عدل پر بہت زور دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"آپ کہہ دیں میرے رب نے مجھے عدل کرنے کا حکم دیا ہے۔"(2)

ایک جگہ فرمایا:

﴿وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ﴾(1)

---

(1) www.businessdictionary.com/social-justice visited on 20-03-2017 05:50 am

(2) الاعراف 7: 29

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اور جب تم لوگوں کے مابین فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔"

ایک جگہ فرمایا کہ مجھے تمہارے درمیان عدل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔[2]

انسانوں کے درمیان عدل کرنے کا حکم ہے:

﴿وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ ؕ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾[3]

"میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہی ہمارا پروردگار ہے اور تمہارا بھی۔ ہمارے اعمال ہمارے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لیے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں۔ اللہ ہم سب کو (روز قیامت) جمع کر دے گا اور اسی کی طرف سب کو جانا ہے۔"

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾[4]

"اللہ تعالیٰ تمہیں عدل، احسان اور قرابت داروں کو (امداد) دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، برے کام اور سرکشی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں اس لئے نصیحت کرتا ہے کہ تم اسے (قبول کرو اور یاد رکھو"

معاشرہ میں عدل:

﴿هَلْ يَسْتَوِیْ هُوَ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾[5]

"کیا ایسا شخص اس دوسرے کے برابر ہو سکتا ہے جو انصاف کے ساتھ حکم دیتا ہے اور سیدھی راہ پر گامزن ہے؟"

﴿وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ

---

(1) النساء4: 58

(2) الشوریٰ42: 15

(3) الشوریٰ42: 15

(4) النحل16: 90

(5) النحل16: 76

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَ بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾[1]

"یہ کہ یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو (اس کے حق میں) بہتر ہو۔ تا آنکہ وہ عقل کی پختگی کو پہنچ جائے، اور یہ کہ ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پورا پورا دو، ہم کسی کو اس کے مقدور سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ اور یہ کہ جب کچھ کہو تو انصاف سے کہو، خواہ وہ بات تمہارے کسی قریبی سے تعلق رکھتی ہو، اور یہ کہ اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ یہ باتیں ہیں جن کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے شاید کہ تم نصیحت قبول کرو۔"

اللہ تعالیٰ نے عملی طور پر عدل و انصاف سماجی کا فریضہ انجام دینے کے لیے احکامات جاری کیے رسول اللہ ﷺ نے بڑی جرات کے ساتھ مظلوموں کو قریش مکہ کے سرداروں سے عدل وانصاف دلوایا مثلاً ابو جہل مخزومی، عاص بن وائل سے حق دلوائے اسی طرح جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے متعدد افراد کو غلامی و جبر سے آزادی دلوائی۔ جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے ضعیف افراد اور طبقات کو ظلم سے نجات دلائی اسی طرح خواتین نے بھی اس کے اندر شرکت کی۔[2]

اسلام کے علاوہ جتنے بھی ادیان اور نظام حیات ہیں ان میں ظلم و جور ہے۔ عدل کا متضاد ظلم ہے۔ اس جور و ظلم کو ختم کرنے کے لیے دین اسلام نازل کیا گیا۔

لوگوں کو ظالموں کے ظلم سے خاتمہ دلانا اسلام کا اہم درس ہے جیسا کہ مشہور قول صحابی ہے:

اللہ نے ہمیں اس لیے بھیجا کہ ہم لوگوں کو لوگوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں داخل کریں اور انہیں دنیا کی تنگیوں سے نکال کر اس کی وسعتوں میں لے جائیں اور مختلف نظام ہائے حیات کے مظالم سے نکال کر اسلام کے عدل تک پہنچائیں۔[3]

نیکی نیکی کے لیے اور برائی برائی کے لیے راہ ہموار کرتی ہے۔ اسی طرح عدل عدل کی پشت پناہی کرتا ہے اور ظلم ظلم کو فروغ دیتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ روز قیامت ظلم کئی اندھیروں کی صورت میں سامنے آئے گا۔ رسول

---

(1) الانعام 6: 152

(2) تفصیلات کے لیے "رسول اکرم ﷺ اور خواتین، ایک سماجی مطالعہ" از ڈاکٹر یاسین مظہر صدیقی اور "مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء" کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔

(3) ابن کثیر، البدایہ والنہایۃ، مطبعۃ السعادۃ، بیروت، 2009ء، 7/39

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «اتَّقُوا الظُّلْمَ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»(1)

بعض شارحین اور مفسرین نے یہاں ظلمات سے مراد شدائد لیے ہیں۔

سماجی عدل وانصاف کے مختلف پہلو اور سیرتی مباحث کا مطالعہ:

عدل اور ظلم کا دائرہ تو بہت وسیع ہے لیکن یہاں سماجی عدل وانصاف تک محدود رہا جائے گا۔ عدل زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہوا کرتا ہے۔ خواہ اس کا تعلق انفرادی زندگی سے ہو یا اجتماعی زندگی سے جیسا کہ پیچھے گزرا۔ انفرادی عدل سے مراد جس کا تعلق انسان کی شخصی زندگی کے ساتھ ہو اور اس کی ذمہ داری انسان پر بطور فرد کے عائد ہو اور اجتماعی عدل سے مراد جس کا تعلق کئی لوگوں کے ساتھ ہو اور اس کی ذمہ داری صاحب اختیار، صاحب حیثیت اور متعلقہ صاحب منصب پر ہو۔

فلاح معاشرہ کے لیے جہاں انفرادی سطح پر عدل کی اہمیت مسلم ہے وہاں اجتماعی سطح پر اس سے کہیں زیادہ ہے۔ فلاح کا تصور مختلف مفکرین کے ہاں مختلف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فلاح معاشرہ کی تعریف میں بھی اہل فکر باہم اختلاف رکھتے ہیں۔ اسلامی نکتہ نظر سے اللہ کی رضا کا حصول ہی اصل فلاح ہے

اور قرآن مجید میں ہے: ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ﴾(2) "مومن فلاح یافتہ ہے۔" ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى * وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى﴾(3) "جو اپنا تزکیہ کر لے اللہ کو یاد رکھے اور نماز پڑھے وہ صاحب فلاح ہے۔" اسی طرح فرمایا: ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا﴾(4) "جس نے تزکیہ نفس کیا وہ فلاح یافتہ ہوا۔"

جدید اصطلاح میں معاشرے کے اہم معاملات مثلاً تعلیم، صحت، رہائش اور خوراک وغیرہ میں بہتری فلاح

(1) صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم الظلم، رقم الحدیث: 6576
(2) المؤمنون 23: 1
(3) الاعلیٰ 87: 14
(4) الشمس 91: 9

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاشرہ کہلاتی ہے۔ اور ایسی ریاست کو فلاحی ریاست کہا جاتا ہے جس میں یہ تمام معاملات حکومتی ذمہ داری میں ہوں۔ یہاں ہم فلاح کو عمومی معنی میں لے رہے ہیں یعنی افراد معاشرہ کا امن، اطمینان اور سہولت کی زندگی بسر کرنا۔ اس مقصد کے لیے سماجی انصاف لازمی اور ضروری ہے۔ اس کے کئی ایک پہلو ہیں جنہیں آنے والی سطور میں رقم کیا جاتا ہے۔

فلاح معاشرہ کے لیے معاشی انصاف، جو کہ سماجی انصاف کا یک پہلو ہے، کا ہونا ضروری ہے۔ اس سے مراد ایسا طریقہ کار اختیار کرنا جس سے معاشرے کے ہر فرد کو اجتماعی یا قومی دولت سے استفادہ کا موقع میسر ہو اور معاشرے کی دولت خاص طبقے میں نہ سمٹی رہے بلکہ اس کا متوازن بہاؤ ہو اور معاشرے کے کمزور افراد کو مالی تعاون حاصل ہو۔

اسی طرح معاشرتی حقوق میں برابری بھی سماجی انصاف کا پہلو ہے اور اس میں اولاد کے ساتھ مساوی سلوک کرنا، رعایا کے ساتھ بھلائی اور خیر خواہی کا جذبہ ہونا شامل ہے۔ اسی طرح روزگار اور ترقی کے مواقع یکساں طور پر سب کو حاصل ہوں اور اس سلسلہ میں ان کے مابین تفریق و امتیاز روا نہ رکھا جائے۔ سماجی انصاف کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ آسان اور فوری انصاف کا حصول یقینی بنایا جائے اور انصاف کے حصول کے لیے نہ مشکلات سے گزرنا پڑے اور نہ اسے خریدنا پڑے اور اس سلسلہ میں قانون کو حکمرانی حاصل ہو، صاحب حیثیت یا صاحب ثروت کو نہیں۔ سماجی انصاف کا ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ بدعنوانی کا خاتمہ ہو۔ بدعنوانی اور کرپشن سماجی انصاف کا قتل ہے۔

معاشی معاملات میں سماجی عدل وانصاف:

اس سے مراد یہ ہے کہ معاشرے میں اقتصادی اور معاشی طور پر عدل ہو اور دولت صرف چند ہاتھوں تک محدود نہ رہے۔ جب دولت کسی طبقے میں محدود ہونا شروع ہو جائے یا کسی جگہ مرتکز ہونے لگے تو یہ معاشی بے انصافی ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے معاشرے کا ایک بڑا حصہ اس سے محروم رہے گا۔ معاشی انصاف میں دوسری چیز یہ بھی ہے کہ ہر فرد کے مال کا تحفظ ہو اور ناحق طریقے سے اس کا مال اس کی ملکیت سے نہ نکالا جائے۔ اور تیسری چیز یہ کہ مالی، معاشرتی، جسمانی یا ذہنی طور پر کمزور افراد کو مالی تعاون حاصل ہو۔ ذیل میں شریعت مطہرہ اور سیرت طیبہ سے حاصل ہونے والی رہنمائی ذکر کی جاتی ہے۔

سب سے پہلے تو اس بات کو ناپسند کیا کہ مال جمع کیا جائے اور یہ کہ دولت اکٹھی کرنے کی دوڑ ہو۔ دولت کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محبت ختم کی کہ یہ دولت کی محبت جب آسمانی ہدایات سے ماورا ہو تو بہت ساری ناانصافیوں کو جنم دیتی ہے۔

﴿وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ﴾[1]

"کہ وہ دولت کی محبت میں بہت سخت واقع ہوا ہے۔"

دوسرے عام استعمال کی اشیاء کو جمع کرنا گناہ قرار دیا فرمایا رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

«مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ»[2]

"گناہ گار ہی ذخیرہ اندوزی یا احتکار کرتا ہے۔"

قرآن مجید میں ایک جگہ ایسے لوگوں کے لیے ہلاکت کی وعید ہے جو اشیاء ضرورت کو روکتے ہیں۔

﴿وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ﴾[3]

" اور معمولی ضرورت کی چیزیں (لوگوں کو) دینے سے گریز کرتے ہیں۔"

فرامین نبوی میں ایک جگہ ذخیرہ اندوزی کرنے والے کو لعنتی کہا گیا۔[4]

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْجَالِبُ مَرْزُوقٌ، وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُونٌ»

اور ایک جگہ اسے افلاس اور بیماری میں مبتلا ہونے کی وعید سنائی۔[5]

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «مَنِ احْتَكَرَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ طَعَامَهُمْ، ضَرَبَهُ اللَّهُ بِالْجُذَامِ وَالْإِفْلَاسِ»

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾[6]

"وہ لوگ جو سونے چاندی کو جمع رکھتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہیں انہیں

(1) العادیات100: 8

(2) صحیح مسلم، کتاب المساقات، باب تحریم الاحتکار فی الاقوات، رقم الحدیث:4122

(3) الماعون107: 7

(4) ابن ماجہ، السنن، التجارات، باب الحکرۃ والجلب، رقم الحدیث:2153

(5) ایضاً، رقم الحدیث:2155

(6) التوبہ9: 34

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔"

اسلامی ادب میں اس سلسلہ میں احتکار اور اکتناز کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اگرچہ ان میں فرق ہے تاہم دولت جمع کرنے کا مفہوم ان میں مشترک ہے۔ اگر دولت کسی جگہ مرتکز ہو بھی جائے تو عادلانہ طریقے سے اس کے ارتکاز کو ختم کرنے کی ہدایات دی گئی ہیں اور خاص اہتمام اس بات کا ہے کہ اغنیاء کے درمیان دولت محدود نہ ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ﴾ (1)

"تاکہ تمہارے اغنیاء کے مابین گھومتی نہ رہے۔"

اس سلسلہ میں اسلام نے مالی ارتکاز کو ختم کرنے کے لیے زکوۃ، وراثت اور صدقات واجبہ کے ساتھ ساتھ انفاق کی بہت ساری صورتوں کو مشروع کیا۔

آج کل غالب معیارات کے مطابق کسی معاشرے کے افراد کی کل دولت افراد معاشرہ کی مالی حیثیت کی عکاسی کرتی ہے اور اوسط دولت کا تعین ہوتا ہے جبکہ حقیقی صورت حال اس سے بہت دور ہوتی ہے۔ کوئی بھی معاشرہ معاشی طور پر اس وقت متوازن کہلائے گا جب آبادی کا زیادہ سے زیادہ حصہ اوسط فردی دولت کے قریب سے قریب تر ہو گا۔ اوسط لائن سے جس قدر انحراف ہو گا اسی قدر وہ معاشرہ معاشی بے انصافی کا شکار ہو گا۔ شریعت میں زکوۃ کے وجوب کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ دولت کو خاص طبقے میں جمع نہیں ہونے دیتی اور مذکورہ انحراف کو کم کرتی ہے اور امیر و غریب کی خلیج کم کرتی ہے۔ فرمایا:

«تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ» (2)

"یہ زکوۃ ان کے مال دار لوگوں سے لی جائے گی اور فقراء کو دی جائے گی۔"

تیسری چیز یہ کہ بیماری، کمزوری یا کسی اور وجہ سے اگر بعض لوگ ضروریات زندگی سے محروم ہوں تو انہیں محرومی سے نکالنا بھی لازم ہے۔ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ اللہ کی طرف سے کسی معاشرے کے افراد کو جو نعمتیں میسر ہوتی ہیں ان کا سبب یہ کمزور لوگ ہوا کرتے ہیں۔ یعنی اگر یہ کمزور لوگ نہ ہوں تو افراد معاشرہ کو بہت سی نعمتیں میسر نہ ہوں۔

(1) الحشر 59: 7

(2) صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب اخذ الصدقۃ من الاغنیاء وتردفی الفقراء حیث کانو، رقم الحدیث:1496

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ نے صاحب ثروت لوگوں کے مال میں ان تنگ دستوں اور محرومین کا حق رکھ دیا ہے۔ فرمایا:

﴿وَفِيٓ أَمۡوَٰلِهِمۡ حَقّٞ لِّلسَّآئِلِ وَٱلۡمَحۡرُومِ﴾ [1]

"اور ان کے اموال میں مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں (دونوں) کا حق ہے۔"

رسول مکرم ﷺ کی اپنی ساری زندگی کمزوروں، بے سہارا لوگوں، بیواؤں اور یتیموں کی مدد میں گزری۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کے الفاظ کتنے واضح ہیں:

«كَلَّا أَبْشِرْ فَوَاللَّهِ مَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الكَلَّ، وَتَكْسِبُ المَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الحَقِّ» [2]

"خوش ہو جائیں، اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا، آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، آپ سچ بولتے ہیں، بوجھ اٹھاتے ہیں، مفلسوں کا تعاون کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کا ساتھ دیتے ہیں۔"

معاشرے کے تمام افراد معاشرے کا برابر جزو ہیں۔ آپ ﷺ نے رشتہ اخوت کو مضبوط کر کے لوگوں کے معاشرتی حقوق برابر کیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مومن جسدِ واحد کی طرح ہیں اور کسی ایک جگہ کانٹا چبھے تو تکلیف سے سارا جسم بلبلا اٹھتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿إِنَّمَا ٱلۡمُؤۡمِنُونَ إِخۡوَةٞ فَأَصۡلِحُواْ بَيۡنَ أَخَوَيۡكُمۡ﴾ [3]

"مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں، اپنے بھائیوں میں صلح کروایا کرو۔"

مواخات مدینہ اسی سلسلہ میں معروف معاملہ ہے جس میں آپ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے مابین رشتہ مواخات قائم کیا۔ اولاد کے مابین، بیویوں کے مابین، بھائیوں کے مابین عدل قائم رکھنے کے لیے آپ ﷺ نے خصوصی ہدایات دیں۔ ایک موقع پر ایک شخص رسول اللہ ﷺ کو اس بات پر گواہ بنانے کے لیے آیا کہ اس نے اپنے بیٹے کو تحفہ دیا، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا اپنی تمام اولاد کو یہ تحفہ دیا ہے؟ عرض کیا نہیں،

---

(1) الذاریات 51: 19

(2) صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن سورۃ اقرأ باسم ربک الذی خلق، رقم الحدیث: 4953

(3) الحجرات 49: 10

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: پھر مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ۔

بیویوں کے مابین عدل کرنا بڑا مشکل معاملہ ہوتا ہے اور اسی قدر یہ احتیاط کا متقاضی ہے۔ اگر کوئی شخص بیویوں کے درمیان معاشی و جسمانی عدل نہ کر سکتا ہو یا اسے بے انصافی کا ڈر ہو تو وہ ایک ہی رکھے قرآن مجید میں ہے:

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾[1]

"لیکن اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ ان میں انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی کافی ہے۔"

ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے عقد میں دو عورتیں ہوں اور وہ ان میں عدل نہ کرے تو روز قیامت اس کا ایک پہلو گرا ہوا ہو گا۔[2]

آپ کی زندگی مبارک میں عدل کی یہ قسم بھی کامل و اکمل صورت میں ہمیں نظر آتی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے بہترین عدل کرتے ہوئے اور ان کے تمام حقوق ادا کرتے ہوئے بے نظیر مثال قائم کی۔

معاشرے کے کمزور طبقات اور کمزور افراد بنیادی ضروریات کا اس طرح حق رکھتے ہیں جیسے دوسرے لوگ خاص طور پر مساکین، یتیم، بیوائیں جن کا عموماً کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ شریعت ان کمزور لوگوں کے حقوق کو محفوظ کرتی ہے۔ قرآن مجید میں یتیموں کو دھتکارنے والے رویے کو بہت بُرا کہا گیا ہے، فرمایا: کہ جو روزِ قیامت کو جھٹلاتا ہے وہی یتیموں کو دھتکارتا ہے اور مساکین کو کھلانے میں کوئی ترغیب نہیں رکھتا۔[3]

اس سارے اہتمام کے باوجود اس بات کو خاص طور پر مدِ نظر رکھا گیا کہ انسانیت کی خدمت اصلاً لوجہ اللہ ہو تاکہ اس میں تمام لوگ شریک ہو سکیں۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا﴾[4]

"وہ اللہ کی محبت میں مساکین، یتیموں اور اسیروں کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم صرف اللہ کی

---

(1) النساء 4: 3

(2) ابن ماجہ، السنن، کتاب النکاح، باب القسمة بين النساء، رقم الحدیث: 1969

(3) الماعون 107: 1-7

(4) الدھر 76: 8-9

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاطر آپ کو کھلا رہے ہیں اور آپ سے اس کے عوض کسی بدلے اور شکریے کے خواہش مند نہیں ہیں۔"

بنیادی ضروریات کی فراہمی میں دولت خرچ کرنا اتنا پسندیدہ ہے کہ یہ گویا اللہ کو قرض دینا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَ لَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ﴾[1]

"مردوں اور عورتوں میں سے جو لوگ صدقہ کرنے والے ہیں اور جن لوگوں نے اللہ کو قرض حسنہ دیا، وہ ان کے لئے دگنا کر دیا جائے گا اور ان کے لئے عمدہ اجر ہو گا۔"

فوجی معاملات میں آپ عدل وانصاف کا خوب خیال رکھتے مثلاً سلب، زر فدیہ، تقسیم غنائم، عطیائے مؤلفۃ القلوب، مختلف مواقعوں پر آپ نے حقدار یا حق داروں کے درمیان عدل وانصاف سے فیصلہ فرمایا دو یا دو سے زائد مدعیان کے مطالبہ پر آپ عینی شہادت یا عدل کی گواہی پر حقدار کو اس کا حق دلا دیتے۔ جس طرح کہ غزوہ بدر کے موقع پر ابو جہل کو قتل کرنے والے دعویدار تھے آپ نے تینوں کو مساوی حق دلوایا۔ اسی طرح غزوہ حنین کے موقع پر ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ اور ایک اور صحابی مشرک کو قتل کرنے میں دعویدار تھے تو انصاف سے ابو قتادہ کا حق دلوایا اس کو حق سلب کہا جاتا ہے۔ کافر مقتولوں کا زیر استعمال سامان سلب کہلاتا ہے۔[2]

مال غنیمت کی تقسیم میں بھی آپ عدل وانصاف کو پیش نظر رکھتے ہر ایک پیدل سپاہی اور سوار مجاہد کو بالترتیب اکہرا اور دُہرا مال عطا کرتے۔ بطور قائد وامام سربراہ آپ کو عرب روایات کے مطابق صفی یعنی مال غنیمت کے کسی حصہ کو چن لینے کا حق اور اس کا استعمال بھی آپ نے کیا۔ لیکن وہ صفی / صفایا کبھی اپنے پاس یا زیر استعمال نہ رکھیں بلکہ کسی نہ کسی صحابی کو ان کی فوجی کارنامے کی وجہ سے عطا کر دیں۔ مثلاً ابو جہل کا اونٹ آپ نے خود رکھا اور حدیبیہ کے مقام پر اس کو مصلح خاص کی وجہ سے قربان فرما دیا۔ ابو جہل ہی کی تلوار اپنے پاس رکھی جسے ذوالفقار کہا جاتا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا کی کیونکہ انہوں نے اپنی بہادری سے بیس کافروں کو قتل کیا تھا۔ اسی طرح زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو اور خواتین صحابیات کو بھی صفایا عطا فرمائے بعض غزوات کے مواقع پر بعض بدوی سخت گیر لوگوں نے

---

[1] الحدید 57: 18

[2] مزید مطالعہ واحکام کے لیے: صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب من لم یخمس الاسلاب، رقم الحدیث: 3141؛ مسلم، کتاب الجہاد، باب استحقاق القاتل السلب، رقم الحدیث: 3142

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنی طلب کے تقاضا پر شدید سختی سے کھینچا جس سے گردن مبارک پر چادر کی رگڑ سے خراشیں پڑ گئیں مگر آپ یہی فرماتے رہے کہ میرے پاس کچھ اور مال ہوتا تو وہ بھی تمہارے حوالے کر دیتا:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ غَنِيمَةً بِالْجِعْرَانَةِ، إِذْ قَالَ لَهُ رَجُلٌ: اعْدِلْ، فَقَالَ لَهُ: «لَقَدْ شَقِيتُ إِنْ لَمْ أَعْدِلْ»[1]

رسول اللہ ﷺ تالیف قلبی کے لیے نو مسلم اور دوسرے مسلمانوں کو خمس سے کچھ عطا کر دیتے تھے۔ غزوہ حنین میں جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مال غنیمت دیا تو آپ نے تالیف قلبی کے لیے اسے نو مسلم حضرات میں تقسیم کیا۔[2]

سودی معاملات اور سماجی انصاف:

رسول کریم ﷺ کا مالیات کا نظام خصوصاً کاروبار کے سلسلہ میں سماجی عدل و انصاف کا انسانیت نواز اور فلاح و بہبود کا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے زور اول ہی سے سود کو حرام قرار دیا اگرچہ تمام شریعتوں میں سود حرام رہا ہے مگر اس کے باوجود یہودی قبائل کے مالدار افراد احکام توراۃ کے باوجود سود خوری کرتے تھے۔ نجران کے عیسائی بھی گناہ سود میں مبتلا تھے۔ دین ابراہیمی کو ماننے والے بھی اس میں ملوث تھے اور مال و دولت کی حرص میں گردنوں تک ڈوبے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس مالیاتی نظام کی اصلاح فرمائی اور ہر شخص کو جو دائرہ اسلام میں داخل ہوتا اس کو سودی لین دین سے اس طرح بچاتے جس طرح کفر و شرک سے بچایا جاتا کیونکہ گھناؤنا فعل معاشرتی و سماجی بربادی کا سبب بنتا ہے اسی بناء پر آپ نے دوسرے ادیان یہودیت و نصرانیت وغیرہ کے ساتھ سودی کاروبار کرنے یا سود کی بنیاد پر قرض لینے سے قانوناً روک دیا۔ مکی دور میں برابر آپ ان کو سودی کاروبار سے روکتے رہے۔ ریاستی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے اس کو صحیح طور پر نافذ نہ کر سکے مگر مدنی دور میں بعض انصار نے یہودیوں سے قرضہ جات لیتے ہوئے تھے آپ نے حکماً اور قانوناً یہودیوں کو صرف رأس المال یعنی اصل مال لوٹانے کا حکم دیا جس پر انصاریوں نے اصل مال تو لوٹائے مگر سود ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ نجران کے عیسائیوں سے صلح کی شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ وہ سودی کاروبار نہ کریں گے۔ اس کے متعلق پروفیسر ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی نے مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام ارتقاء، باب سود میں اور اسی طرح ” اسلام میں ربا کی تحریم مختلف جہات کا تنقیدی تجزیہ“

---

(1) صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ومن الدلیل علی ان الخمس، رقم الحدیث: 3138

(2) صحیح بخاری، کتاب الخمس، باب ما کان النبی ﷺ یعطی المؤلفة قلوبھم وغیرھم، رقم الحدیث: 3143، 44، 3145

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

میں تفصیلات بیان کی ہیں۔

فوری عدل وانصاف کی فراہمی:

انصاف کے معاملے میں یہ بات بھی اہمیت رکھتی ہے کہ اس کی جلدی سے جلدی اور فوری فراہمی کو یقینی بنایا جائے۔ حق ثابت ہونے کے بعد حق دار کو دینے میں تاخیر کرنا بھی ظلم ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ» (1)

"غنی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔"

ظلم کا اگر فوری تدارک نہ کیا جائے تو وہ پھلنا پھولنا شروع کر دیتا ہے اور ہر گزرتے وقت کے ساتھ اس کا تدارک مشکل سے مشکل تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب بھی کوئی معاملہ پیش ہوا، آپ ﷺ نے فوری فیصلہ کیا الا کہ اس کے بارے میں ابھی الٰہی ہدایات جاری نہ ہوئی ہوں۔

یہ اللہ کا قانون ضرور ہے کہ وہ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے کہ وہ پلٹ آئے اور اللہ کے ہر معاملہ میں حکمت ہوتی ہے۔ صاحب اختیار اور عام مومنوں کی رہنمائی تو اس طرح کی ہے۔

«اتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ، فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ» (2)

"ظلم کے فوری ازالے کے لیے کئی طرح کی تدابیر اختیار کیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:" کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ خود اس پر ظلم کرے اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑے۔"

عدل و انصاف کے بول بالا کے لیے ضروری ہے کہ عدل و انصاف کے دروازوں تک عام رسائی ہو۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے بعد خلفاء راشدین کے عمل سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ مظلوم یا فریادی کی آسان رسائی کو یقینی بناتے تھے۔ آج کل معاشرتی ناہمواری کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عدالتی نظام اس طرح کا پر پیچ بنا دیا گیا ہے کہ ایوان عدل کے دروازوں تک عوام الناس کی رسائی مشکل ہے۔ عدالت سے انصاف حاصل کرنا عام آدمی کے

---

(1) صحیح بخاری، کتاب الاستقراض واداء الدیون والحجر والتفلیس، باب مطل الغنی ظلم، رقم الحدیث: 2400

(2) صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب اخذ الصدقۃ من الاغنیاء وترد فی الفقراء حیث کانو، رقم الحدیث: 1496

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے مشکل ہے۔

فوری انصاف کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی مدِ نظر رکھی جائے کہ اس کی خاطر ایسا نہ ہو کہ ایک فریق کی بات سن کر فیصلہ سنا دیا جائے یا غصہ کی حالت میں فیصلہ کر دیا جائے۔ فرمان نبوی ہے: "کوئی حاکم فریقین کے مابین اس وقت تک فیصلہ نہ کرے جب تک وہ غصہ کی حالت میں ہو۔"[1]

عدالتی معاملات میں سماجی عدل وانصاف:

سماجی انصاف کے لیے از حد ضروری ہے کہ قانون کی حکمرانی ہو، ایسا نہ ہو کہ قانون کسی کے لیے کچھ ہو اور کسی کے لیے کچھ اور ایسا نہ ہو کہ بعض کے لیے قانون متحرک ہو اور بعض کے لیے حرکت میں نہ آئے، یعنی قانون کی نظر میں ادنیٰ و اعلیٰ برابر ہوں اور وہ سب کے لیے ایک جیسا ہو۔ حق کا ساتھ دیا جانا چاہیے خواہ وہ اپنے خلاف ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُونُوا۟ قَوَّٰمِينَ بِٱلْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمْ ﴾[2]

"اے ایمان والو! اللہ کی خاطر انصاف پر قائم رہتے ہوئے گواہی دیا کرو خواہ وہ گواہی تمہارے اپنے خلاف ہو۔"

آپ ﷺ کی عدالت میں فاطمہ نامی خاتون کے حوالے سے چوری کا کیس آیا۔ ان کے خاندان کے سرکردہ لوگوں کے کہنے پر حضرت اسامہ رضی اللہ تعالی عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے نرمی کی سفارش کی تو آپ ﷺ بہت غصہ ہوئے اور فرمایا: کہ اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔

اس سلسلہ میں خاندان، برادری، نسل، علاقہ، قوم، قبیلہ، کالا، گورا، عربی، عجمی حتیٰ کہ مسلم کافر کا فرق نہیں کیا جائے گا۔ ایک دفعہ ایک مسلمان اور یہودی کے مابین جھگڑا ہو گیا تو آپ ﷺ نے دونوں کی باتیں سن کر ان میں یہودی کے حق میں فیصلہ دیا۔[3]

اسلام قانون کی حکمرانی پر اس قدر زور دیتا ہے کہ اس پر اثر انداز ہونے والے تمام عوامل تعصب، عناد، حسد،

---

(1) جامع ترمذی، کتاب الاحکام عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء لا یقتضی القاضی وھو غضبان، رقم الحدیث:1134

(2) النساء4: 135

(3) ابن الاثیر، علی بن ابی الکرم الشیبانی، الکامل فی التاریخ، دار الکتاب العربی، بیروت، الطبعۃ الرابعۃ، 1403ھ، 3/160

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رقابت، دشمنی وغیرہ کو خاص طور پر نظر انداز کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا﴾ (1)

"کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو۔"

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ﴾ (2)

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل کروں۔"

یہود و نصاریٰ اگرچہ اہل اسلام اور پیغمبر اسلام کے سخت دشمن تھے لیکن آپ ﷺ نے ہمیشہ عدل کرتے اور حق کا ساتھ دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ دشمن اور کافر ہونے کے باوجود وہ آپ ﷺ کو صادق اور امین سمجھتے تھے اور اپنے بعض تنازعات کے فیصلے آپ ﷺ سے کرواتے۔

بدعنوانی کا خاتمہ اور اسوہ حسنہ:

بدعنوانی کی ہزارہا صورتیں ہیں اور یہ جس بھی صورت میں ہو معاشرے کے لیے تباہ کن ہے۔ بدقسمتی سے آج اس معاشرہ میں بدعنوانی عام ہے۔ اقربا پروری، جعل سازی، حساب میں ہیر پھیر، ملاوٹ اور کم تول وغیرہ بدعنوانی کی مختلف صورتیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایمان اور تقویٰ کے ذریعہ معاشرے کے اس ناسور کا علاج کیا۔ بدعنوانی دراصل خیانت پیدا کرتی ہے اور خیانت کو منافق کی نشانی قرار دیا، فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جھوٹ بولتا ہے، وعدہ خلافی کرتا ہے اور خیانت کرتا ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص ڈھیر لگا کر کھانے والی کوئی چیز بیچ رہا تھا۔ آپؐ نے اس ڈھیر میں اپنا ہاتھ ڈالا تو وہ اندر سے گیلا تھا، پوچھا یہ کیا؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! بارش ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر تم نے اسے اوپر کیوں نہ کیا۔ یہ فراڈ، دھوکہ بدعنوانی کی عام صورتیں ہیں اور ان کی بیخ کنی کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

«من غشنا فليس منا» (3)

---

(1) المائدہ 5: 8

(2) الشوریٰ 42:15

(3) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ من غشنا فلیس منا، رقم الحدیث: 283

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔“

تقسیم سے قبل مال غنیمت سے کچھ لینا بھی بدعنوانی اور خیانت ہے اور ایسا کرنے والے کی بابت آپ ﷺ نے بہت سخت الفاظ استعمال کیے۔ خیبر سے واپسی پر مدعم نامی غلام کی موت واقع ہوئی، لوگوں نے اس کی موت کو بہت اچھا کہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تقسیم غنیمت سے پہلے لی ہوئی چھوٹی سی چیز اس پر آگ ہے۔ یہ سن کر ایک اور شخص جوتے کا تسمہ یا تسمے لے آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آگ تھی یہ۔[1]

ایک حدیث یہ بھی ہے کہ کوئی مومن دھوکہ کرتا ہے تو وہ دھوکے کے وقت مومن نہیں رہتا۔[2]

بدعنوانی جسے ہم خیانت تو کہہ سکتے ہیں اس قدر بُری چیز ہے کہ خیانت سے حاصل کردہ مال صدقہ کر دیا جائے تو وہ صدقہ بھی قبول نہیں ہوتا۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:

«لا یقبل صدقة من غلول»[3]

”اللہ خیانت کے صدقے کو قبول نہیں کرتا۔“

اقدامات اور آئندہ کیلئے لائحہ عمل:

مقالہ ہذا کے تناظر میں سیرت النبی ﷺ سے رہنمائی لیتے ہوئے درج ذیل عملی اقدامات کیے جاسکتے ہیں:

آج ہماری زندگی میں جو افراتفری، بے چینی، عدم اطمینان ہے اور جس طرح کے مصائب و آلام اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کی وجوہ میں سے سب سے بڑی وجہ معاشرتی ناانصافی ہے جس کی وجہ سے صرف اتنا نہیں کہ ترقی اور فلاح کا عمل رک جاتا ہو بلکہ یہ چیز معاشرے کو اضطراب اور زوال کی طرف دھکیلتی ہے۔ اس کا حل سوائے اس کے کچھ نہیں کہ سیرت طیبہ سے رہنمائی لے کر اس پر عمل کیا جائے۔ سیرت طیبہ میں واضح نشان عمل موجود ہے جو انسانیت کو اس بھنور سے نکال سکتا ہے۔

1. حکام کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ سماجی انصاف کی فوری فراہمی کے لیے موثر اقدامات کریں عدالتوں کے نظام کو اس کے لیے موثر بنانے کی ضرورت ہے۔

---

(1) صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة خیبر، حدیث: 4234

(2) صحیح مسلم، کتاب الاحکام، رقم الحدیث: 57

(3) ابن ماجہ، السنن، کتاب الطہارة وسننھا، باب لا یقبل اللہ صلاة بغیر طھور، رقم الحدیث: 271

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

2. عوام کو انصاف فوری میسر نہ ہے کئی کئی سالوں تک مقدمات کو فیصلہ نہیں ہو پاتا کئی بے گناہ افراد کئی سال اسی طرح بے گناہی میں جیل کاٹتے ہیں جس سے نہ صرف ایسے افراد اور ان کے خاندان متاثر ہوتے ہیں بلکہ قومی وسائل پر بھی اثر پڑتا ہے۔
3. سماجی مسائل جن کا تعلق نچلے سطح پر گلی محلہ کے ساتھ ہوتا ہے وہاں پر فوری انصاف کے لیے پنچائیت سسٹم کو یونین کونسل سطح پر عدالتوں کے ساتھ جوڑا جا سکتا ہے۔یا یونین کونسل سطح پر چھوٹی عدالت بھی قائم کی جا سکتی ہے۔
4. تھانہ کلچر کو تبدیل کرتے ہوئے اس میں F.I.R کا نظام شفاف اور Technological Based بنایا جائے اور اس پر موثر عمل بھی ہونا چاہیے، تفتیشی افسران کی اخلاقی، دینی، تربیت کی اشد ضرورت ہے اس کے لیے اعلیٰ ادارے قائم کرنے کی ضرورت ہے۔
5. سماج کے ہر طبقہ میں اس نظام کو موثر بنانے کی ضرورت ہے۔ والدین اساتذہ، عام افراد، کاروباری افراد چونکہ براہ راست اس میں آتے ہیں ایسے افراد کے لیے بھی تربیتی اداروں خصوصا سکولز، مساجد، کالجز، مدارس، یونیورسٹیز کی سطح پر اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔
6. یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑہ میں باقاعدہ 'School of Law' اور Centre rule of law اس موضوع پر کام کرتے ہوئے Legal Education in Pakistan پر آگہی سیمینارز منعقد کر رہے ہیں اسی طریقہ کار پر مزید کام کرنے کی ضرورت ہے اس پر 'Intelectual Discourse' کروانے کی ضرورت ہے کہ دیگر ادارے بھی اسی کو Fellow کریں۔
7. سماجی اور اجتماعی عدل کو فروغ دینے کے لیے رسول رحمت علیہ الصلوۃ والسلام اور خلافت راشدہ کے منہاج پر جدید تقاضوں کے عین مطابق تعلیمات کو نصاب کا حصہ بنایا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

1. حکام کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ سماجی انصاف کی فوری فراہمی کے لیے موثر اقدامات کریں عدالتوں کے نظام کو اس کے لیے موثر بنانے کی ضرورت ہے۔
2. عوام کو انصاف فوری میسر نہ ہے کئی کئی سالوں تک مقدمات کو فیصلہ نہیں ہو پاتا کئی بے گناہ افراد کئی سال اسی طرح بے گناہی میں جیل کاٹتے ہیں جس سے نہ صرف ایسے افراد اور ان کے خاندان متاثر ہوتے ہیں بلکہ قومی وسائل پر بھی اثر پڑتا ہے۔
3. سماجی مسائل جن کا تعلق نچلے سطح پر گلی محلہ کے ساتھ ہوتا ہے وہاں پر فوری انصاف کے لیے پنچائت سسٹم کو یونین کونسل سطح پر عدالتوں کے ساتھ جوڑا جاسکتا ہے۔یا یونین کونسل سطح پر چھوٹی عدالت بھی قائم کی جاسکتی ہے۔
4. تھانہ کلچر کو تبدیل کرتے ہوئے اس میں F.I.R کا نظام شفاف اور Technological Based بنایا جائے اور اس پر موثر عمل بھی ہونا چاہیے، تفتیشی افسران کی اخلاقی، دینی، تربیت کی اشد ضرورت ہے اس کے لیے اعلیٰ ادارے قائم کرنے کی ضرورت ہے۔
5. سماج کے ہر طبقہ میں اس نظام کو موثر بنانے کی ضرورت ہے۔ والدین اساتذہ، عام افراد، کاروباری افراد چونکہ براہ راست اس میں آتے ہیں ایسے افراد کے لیے بھی تربیتی اداروں خصوصا سکولز، مساجد، کالجز، مدارس، یونیورسٹیز کی سطح پر اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔
6. یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑہ میں باقاعدہ 'School of Law' اور Centre rule of law اس موضوع پر کام کرتے ہوئے Legal Education in Pakistan پر آگہی سیمینارز منعقد کر رہے ہیں اسی طریقہ کار پر مزید کام کرنے کی ضرورت ہے اس پر 'Intelectual Discourse' کروانے کی ضرورت ہے کہ دیگر ادارے بھی اسی کو Fellow کریں۔
7. سماجی اور اجتماعی عدل کو فروغ دینے کے لیے رسول رحمت علیہ الصلوۃ والسلام اور خلافت راشدہ کے منہاج پر جدید تقاضوں کے عین مطابق تعلیمات کو نصاب کا حصہ بنایا جائے۔

زیر اہتمام:

شعبہ علوم اسلامیہ، رحمۃ للعالمین ﷺ سیرت چیئر، یونیورسٹی آف اوکاڑہ - اوکاڑہ